نظیر اکبرآبادی

پیدائش: ۱۷۴۰ء

وفات: ۱۸۳۰ء

سید ولی محمد نظیر اکبرآبادی آگرے میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید محمد فاروق تھا۔ آگرے کے ایک مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ نظیر نے بڑے پُر آشوب زمانے میں ہوش سنبھالا۔ آگرے کے بُرے حالات نے اُنھیں ہجرت پر مجبور کیا اور وہ اپنی والدہ اور نانی کے ہمراہ دِلّی منتقل ہوگئے۔ دِلّی میں نظیر کا لڑکپن اور جوانی بڑی ہنسی خوشی اور رنگ رلیوں میں گزری۔ اُنھوں نے ہر قسم کی تقریبات اور تفریحات میں حصہ لیا۔ طبیعت موزوں تھی، اس لیے شاعری شروع کی۔

نظیر قناعت پسند، صوفی منش اور بے پرواطبیعت کے مالک تھے۔ ساری عمر معلّمی کا پیشہ اختیار کیے رکھا۔ کسی نواب یا بادشاہ کے دربار سے وابستہ نہ ہوئے۔ اَوْدھ اور بھرت پور کے حکمرانوں نے دعوت نامے بھیجے مگر نظیر نے قبول نہ کیے۔ اُن کی شاعری محض تخیل کی شاعری نہیں بلکہ اُنھوں نے جو کچھ دیکھا وہی اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اُنھوں نے ایک طرف اپنی شاعریُ میں دِلّی کے میلوں ٹھیلوں، تفریحات، کھیل تماشوں اور مذہبی تقاریب کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا تو دوسری طرف اخلاقی مضامین اور تصوف پر بھی قلم اُٹھایا۔

اُن کی شاعری میں عوامی مسائل اور عوامی خیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ ایسی نظموں میں فکر آٹے دال کا، روپے کی فلاسفی، روٹی نامہ، آدمی نامہ اور مفلسی وغیرہ شامل ہیں۔

نظیر اکبرآبادی نظم میں ایک نئے طرز اور نئے انداز کے موجد تھے۔ وہ پُرگو شاعر تھے۔ اُن کی نظموں میں موسیقیت، روانی، جزیات نگاری اور منظر نگاری عروج پر ہے۔ مشکل اور ادق قافیے باندھنے میں اُنھیں کمال حاصل تھا۔ اُن کے کلام میں مذہبی رنگ موجود ہے۔ انبیائے کرامؑ اور بزرگانِ دینؒ سے عقیدت اُن کی شاعری میں موجود ہے۔ نظیر اکبرآبادی نے طویل عمر پائی۔ آخری عمر میں وہ فالج میں مبتلا ہو گئے اور اسی مرض میں وفات پائی۔

مجموعہ کلام: کلیاتِ نظیر اکبرآبادی

Not For Sale

شہر آشوب

ہے اب تو کچھ سخن کا مرے اختیار بند — رہتی ہے طبعِ سوچ میں لیل و نہار بند
دریا سخن کی فکر کا ہے موجدار بند — ہو کس طرح نہ منہ میں زباں بار بار بند
جب آگرے کی خَلق کا ہو روزگار بند

بے روزگاری نے یہ دکھائی ہے مفلسی — کوٹھے کی چھت نہیں ہے، یہ چھائی ہے مفلسی
دیوار و در کے بیچ سمائی ہے مفلسی — ہر گھر میں اس طرح سے بھر آئی ہے مفلسی
پانی کا ٹوٹ جاوے ہے جوں ایک بار بند

صراف، بنیے، جوہری اور سیٹھ ساہوکار — دیتے تھے سب کو نقد، سو کھاتے ہیں اب اُدھار
بازار میں اُڑے ہے پڑی خاک بے شمار — بیٹھے ہیں یوں دکانوں میں اپنے دکان دار
جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند

محنت سے ہاتھ پاؤں کی کوڑی نہ ہاتھ آئے — بے کار کب تلک کوئی قرض اور اُدھار کھائے
دیکھوں جسے وہ کرتا ہے رو رو کے ہائے ہائے — آتا ہے ایسے حال پہ رونا ہمیں تو ہائے
دشمن کا بھی خُدا نہ کرے کاروبار بند

Not For Sale

اس شہر کے فقیر بھکاری جو ہیں تباہ — جس گھر میں جا سوال وہ کرتے ہیں خواہ مخواہ
بھوکے ہیں کچھ بھجائیو بابا خُدا کی راہ — واں سے صدا یہ آتی ہے: ''پھر مانگو'' جب تو آہ
کرتے ہیں ہونٹ اپنے وہ ہو شرم سار بند

کیا چھوٹے کام والے و کیا پیشہ ور نجیب — روزی کے آج ہاتھ سے عاجز ہیں سب غریب
ہوتی ہے بیٹھے بیٹھے جب آ شام عنقریب — اُٹھتے ہیں سب دُکان سے کہہ کر کہ یا نصیب
قسمت ہماری ہوگئی بے اختیار بند

ہے کون سا وہ دِل جسے فرسُودگی نہیں — وہ گھر نہیں کہ روزی کی نابُودگی نہیں
ہر گز کسی کے حال میں بہبودگی نہیں — اب آگرے کے نام کو آسودگی نہیں
کوڑی کے آ کے ایسے ہوئے رہ گزار بند

ہے میری حق سے اب یہ دُعا شام اور سحر — ہو آگرے کی خلق پہ پھر مہر کی نظر
سب کھاویں پیویں یاد رکھیں اپنے اپنے گھر — اِس ٹوٹے شہر پر بھی الٰہی تُو فضل کر
کُھل جاویں ایک بار تو سب کاروبار بند

(کلیاتِ نظیر اکبر آبادی)

مشق

۱۔ اس نظم کا مرکزی خیال اپنے الفاظ میں لکھیں۔
۲۔ اس نظم میں کِن کِن پیشوں کا ذکر کیا گیا ہے؟ ان کی وضاحت کریں۔
۳۔ شہر آشوب کی تعریف کریں۔ کسی اور شاعر کے شہر آشوب کے چند اشعار لکھیں۔
۴۔ ''پھر مانگو'' سے کیا مُراد ہے؟
۵۔ شاعر نے گھر کی مفلسی کا کیا نقشہ کھینچا ہے؟
۶۔ ''جیسے کہ چور بیٹھے ہوں قیدی قطار بند'' اس مصرعے میں تشبیہ پائی جاتی ہے۔ تشبیہ کی تعریف کریں اور اشعار میں مثالیں دیں۔
۷۔ یہ نظم کس ہیئت میں ہے؟ وضاحت کریں۔

ہدایات برائے اساتذہ:

ہیئت کی وضاحت کریں اور مختلف ہیئتوں میں لکھی گئی نظموں کی مثالیں دیں۔